لوک گیت اور پنجاب کا مشترکہ خاندانی نظام

اکیسویں صدی کے تناظر میں

ڈاکٹر ظہیر احمد شفیق

ایسوسی ایٹ پروفیسر پنجابی

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

FOLK SONG AND COLLECTIVE FAMILY SYSTEM OF PUNJAB

Zaheer Ahmad Shafiq, PhD

Associate Professor of Punjabi

Punjab University Oriental College, Lahore

Abstract

Punjab is very rich culturally and history of its culture dates back to time immemorial. The land of Punjab has been very fertile as agriculture staple of its economy. Before industrialization, cultivation was done manually. People used to live in tribes and worked together to earn more profit. Togetherness of work led them to lead a collective family life. This lifestyle remained in vogue for centuries. This system has both advantage and disadvantage. Folk songs are true representative of a culture. The bane and boon of this sytem got inroad into the Punjabi folk songs too. This article is a study of the traditition of folk song in perspective of Punjab's collective family system.

Keywords:

سسی پنوں، سوہنی مہینوال، شریں فرہاد، ریاض شاہد، اسلم راہا، لوک گیت، خاندان مشترکہ، پنجاب، تہذیب، ثقافت

پانچ دریاؤں کی دھرتی پنجاب صدیوں سے تہذیب وثقافت کا گہوارہ رہی ہے۔اس میں بسنے والوں کے بودوباش میں ایک مضبوط سماجی ڈھانچہ ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔یہاں کے لوگ کنبے کی شکل میں رہنا پسند کرتے تھے اور خونی رشتوں کے ساتھ علاقے میں بسنے والے دیگر لوگ بھی ایک دوسرے سے مضبوطی سے جُڑے ہوئے تھے۔اسی لیے پنجاب کے ہر علاقے میں بسنے والے لوگوں کا کوئی ایک سردار ہوتا تھا۔اسی طرز زندگی کی ایک جھلک ہمیں خاندانی اکائیوں میں بھی واضح طور پر نظر آتی ہے۔یعنی کسی بھی برداری یا کنبے کا کوئی ایک سربراہ ہوتا اور اُسی کے زیر اثر مخصوص خاندانی رسم ورواج طے پاتے یا وجود میں آتے۔یوں صدیوں سے چلے آرہے اس نظامِ زندگی سے ایک مخصوص قسم کی تہذیبی زندگی کا تصور وجود میں آیا اور تا حال یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔آج بھی پنجاب کے دیہاتوں میں بسنے والی غالب اکثریت انفرادی کی بجائے اجتماعی حیثیت میں رہنا پسند کرتی ہے۔برادری کنبے یا خاندان کا کوئی ایک بڑا مرکزی استعارے کے طور پر آج بھی خاندان کے سیاہ وسفید کا مالک ہوتا ہے۔

لوک ادب چونکہ کسی بھی معاشرے کا عکاس ہوتا ہے،جو نہ صرف قوموں میں آنے والے سیاسی اُتار چڑھاؤ کی تصویر پیش کرتا ہے بلکہ تمام سماجی رویوں کو بھی اپنے اندر سموئے ہوتا ہے اور اُن تمام رویوں اور رسموں کی جھلک اس کے اندر دکھائی دیتی ہے۔کسی قوم یا معاشرے کے افراد کو سمجھنے اور جاننے کے لیے لوک ادب کا تجزیاتی مطالعہ نہایت اہم ہے کیونکہ لوک ادب نہ صرف اُس معاشرے کی بودوباش مکمل رسم ورواج، احساسات وجذبات کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ وہ کسی بھی معاشرے کا آئینہ اور اُس کی غیر جانبدارانہ تاریخ ہوتا ہے۔اسی طرح لوک ادب کا ایک اہم حصہ پنجابی لوگ گیت ہیں جن کا شمار دنیا کے قدیم ترین لوک گیتوں میں ہوتا ہے۔ان گیتوں میں فرد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے جُڑے ہوئے تقریباً ہر لمحے کی جھلک نظر آتی ہے۔یوں کہہ لیجیے کہ یہ گیت پنجاب کی دھرتی پر سانس لینے والے انسانوں کے عکاس ہیں۔یہ گیت ہمیں بتاتے ہیں کہ پنجابیوں کی ثقافتی وسماجی تاریخ کیا رہی،کیسے اس میں مدوجزر آتے رہے،انھوں نے حالات کے کیسے کیسے بھنور دیکھے۔مقامی لوگوں پر جب بھی نت نئے حملہ آور حملہ کرتے تو اُن کے خوف کیا ہوتے؟ خدشات کیا ہوتے؟ وہ کیسے خواب دیکھنا شروع کرتے اور یہ کب بے بسی کا شکار ہوتے؟ کب جذبات انھیں ماورائے عقل فیصلے کرنے پر مجبور کر دیتے؟ ان کا حملہ آوروں کے ساتھ کیا برتاؤ رہا؟ انھوں نے حملہ آور اور قابضین کو کس سطح پر قبول کیا اور کب رد کیا۔ان کے مذہبی خیالات کیسے تھے اور انھوں نے مذہب کو کس حوالے سے اور کس سطح پر قبول کیا؟ دنیاوی زندگی میں ان کا برتاؤ اور مزاج کیسا رہا؟ یہ انفرادی تشخص کو ترجیح دیتے ہیں یا دوسرے رشتوں ناطوں میں اپنے آپ کو ضم کر دینا ان کے لیے قابل فخر ہے۔ان سب سوالوں کے جواب پنجابی لوک گیتوں کے آئینے میں ملتے ہیں۔

لوک گیتوں کے مطالعے سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ پنجاب کے لوگ مشترکہ خاندانی نظام کے تحت زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔اسی لیے ان کا کلچر بھی اُن اقوام سے مختلف ہے جو انفرادی سطح پر زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔پنجابی رہن سہن اور خاندانی نظام کی خوبصورتی یہ ہے کہ چار چار نسلیں ایک ہی گھر میں مقیم نظر آتی ہیں مثلاً پردادا، دادا، باپ اور بچے، اور اُن میں خاندان کا کوئی بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خاندان سے متعلق جتنے بھی فیصلے کیے جاتے ہیں چاہے وہ انفرادی سطح پر ہوں یا اجتماعی سطح پر چاہے کسی کی ذاتی زندگی سے متعلق ہوں یا تمام خاندان کے،ان میں خاندان کے تمام افراد کی شرکت لازم ہوتی ہے۔اگر کوئی فیصلہ خاندان کے کسی ایک بڑے کو منظور نہ ہو تو اُس پر عملدرآمد ناممکن ہو جاتا ہے۔پنجاب کے قدیم رہن سہن کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُس میں گاؤں کا ایک بڑا ہوتا تھا جو تمام گاؤں کے نہ صرف فیصلے کرتا تھا بلکہ وہ ہر سفید سیاہ کا ذمہ دار بھی ہوتا تھا۔اُسے ایک طرح گھر کے بزرگ کا درجہ حاصل ہوتا تھا اور یہ سب کسی جبر یا زور کے بل بوتے پر نہیں تھا بلکہ یہ باہمی اتفاق واتحاد اور روایت کی ایک کڑی کے طور پر تھا جسے مثبت معاشرتی قدر کے طور پر لیا جاتا تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ ذات برادریوں کی بنیاد پر مختلف کنبوں اور خاندانوں میں منقسم ہوتے چلے گئے۔یہ ذات برادریاں مزید محدود ہوئیں اور لوگ آہستہ آہستہ رشتوں ناطوں کی بنیاد پر قائم تعلقات تک محدود ہو گئے۔خونی رشتے میں پروئے ہوئے لوگ ہی ایک دوسرے کا خاندان ٹھہرا۔ ہر خاندان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ رشتوں ناطوں کے حوالے سے اپنے خاندان کے لڑکے لڑکی کو ترجیح دیں۔بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاندان میں مناسب یا جوڑ کا رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکا یا لڑکی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔خاندان سے باہر رشتہ نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ وہ زمین یا جائیداد بھی ہوتی ہے جسے رشتے کے عوض خاندان سے باہر جانے کا اندیشہ ہوتا۔دوسری وجہ وہی جو پہلے بیان ہوئی کہ پنجابی لوگ عام طور پر اپنی ہی ذات یا برادری میں رشتے ناطے کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور دیتے ہیں۔ذات پات کا یہ نظام خالصتاً قدیم ہندوستان کے ہندو آنہ طرزِ زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔اسی طرح بیٹیوں کی پیدائش پر اظہارِ ہمدردی اور غم وغصہ،ان کی تعلیم کے حوالے سے تفریق،پھر جہیز کی رسم اور وراثت میں اُن کو حصہ نہ دینا وغیرہ ایسے مسائل ہیں کہ اسلام کی آمد کے بعد بھی اس سوچ اور مائنڈ سیٹ میں کوئی بڑی تبدیلی پیدا نہ ہو سکی۔یہ ایسی سماجی وثقافتی برائیاں ہیں جن پر خاندانی نظام قابو نہیں پا سکا۔یہ سب احوال پنجابی لوک گیتوں میں موجود ہیں۔

افضل پرویز کے مطابق ''پنجابی لوک ادب کے بارے میں کام کی ابتدا دیوندر ستیارتھی نے کی۔''(۱) پنجابی لوک ادب خاص طور پر لوک گیتوں کو اکٹھا کرنے سے پنجابی قوم کے صدیوں سے قائم تشخص تک رسائی ممکن ہوئی۔مشرقی پنجاب میں اکٹھے کیے جانے والے لوک گیت مختلف کتب کی صورت میں گرمکھی رسم الخط میں شائع ہوئے جبکہ پاکستانی پنجاب میں جمع شدہ لوک گیت فارسی رسم الخط میں شائع کیے گئے۔

یہ گیت پنجاب کی دھرتی پر جنم لینے والے ہر پل کی مکمل داستان ہیں۔ان گیتوں میں پنجاب کی ان کہانیوں اور داستانوں کا ذکر بھی ہے جن میں سسی پنوں، سوہنی مہینوال، شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنوں، مرزا صاحباں، ہیر رانجھا، ستو تے باشو، احمد تے احمدی سے ہٹ کر یوسف زلیخا جیسے قصے بھی شامل ہیں۔ان گیتوں میں پنجاب کی دھرتی سے تعلق رکھنے والے لوک ناچ مثلاً بھنگڑا، جھومر، سمی لڈی اور لوہڑی وغیرہ کا ذکر بھی موجود ہے۔اس کے علاوہ بچوں کی کھیلوں کے حوالے سے گیت مثلاً تھال، گہنا، کنکلی، گدھا اور گڈیاں پٹو لے وغیرہ۔اسی طرح روتے بچے کو چپ کرانے اور سلانے کے لیے ماؤں کا مقبول گیت لوری بھی اہم حوالہ ہے۔مثلاً:

تیڈا جمدا جیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں
سر تے ڈیواں ٹوپیاں، ہتھ وچ ڈیواں کانی
لال تیڈا لاڈلا، کِھڈاون والی نانی
تیڈا جمدا جیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں(۲)

....

اُٹھی جاگ محمدا، غفلت نال نہ سم
ہندر نہ آوے عرش کوں جاگے لوح قلم
اٹھی جاگ محمدا، ملک بشارت ڈے
جیہناں محبت من دے وچ کیا اوہ ہندر کرے(۳)

پنجابی لوک گیتوں میں طنز و مزاح کا عنصر بھی غالب نظر آتا ہے۔مختلف رشتے ناطے آپس میں الجھنے کی حد تک طنز کرتے اور مسکراتے نظر آتے ہیں۔خوشیوں اور غمیوں کے موقعوں مثلاً اڑونیاں، الاہنیاں، چھنداں، ڈولی، سٹھنیاں، کامن، کھارا، کھڑ کنے، بھڑولی، گھوڑیاں اور وین وغیرہ بھی ان گیتوں کی اہم موضوعاتی اصناف ہیں جن میں پنجاب کے لوگوں کی خوشیاں اور غم کے تمام لمحات مجسم نظر آتے ہیں۔مثال کے طور پر:

"دئیں دئیں وے بابلا اوس گھرے، جتھے کالیاں بوریاں سٹھ
اک رڑکاں اک چو واں، میرا وچ مدھانی دے ہتھ
بابل تیرا پُن ہووے"(۴)

بہنوں کی اپنے بھائی کے لیے محبت ہمیشہ سے پنجاب کی تہذیب و ثقافت کے ایک اہم جز کے طور پر غالب رہی ہے۔بہن اور بھائی کے رشتے میں موجود لازوال محبت کے حوالے سے بہنوں کے اپنے بھائیوں کے لیے جذبات پنجابی لوک گیتوں میں بھی اُبھر کر سامنے آتے ہیں ان مثالوں کو دیکھیے:

دیاں دا راجا میرے بابل دا پیارا
ویر میرا گھوڑی چڑھیا (۵)

....

جتھے وجدی بدل وانگوں گجدی
کالی ڈانگ میرے ویر دی (۶)

....

اوتھے ککراں نوں لگدے موتی
جتھوں میرا ویر لنگھدا (۷)

....

تنک پالش ڈبیاں دی
ویر میرا اج سوہنا جیویں کنک مربعیاں دی (۸)

جہاں بہنوں کی اپنے بھائیوں کے لیے انمٹ محبت موجود ہوتی ہے وہاں وہ معاشرے اور اپنے سسرال میں بھی اپنے بھائیوں کی بدولت فخر او راعتماد کے ساتھ رہتی ہیں، جیسا ان مثالوں میں دیکھیں:

ویرا آویں وے بھین دے ویہڑے
چودھویں دا چن بن کے (۹)

....

ست بھراواں دی بھین لگدی
پٹھ میری بھاری وے ڈھولا (۱۰)

چونکہ پنجابی لوک گیتوں کا بڑا حصہ عورتوں کی تخلیق ہے اس لیے ان گیتوں میں عورتوں کی زندگی کا وہ بھرپور پہلو بھی نمایاں نظر آتا ہے جس میں عورت بناؤ سنگار کرتی اور سکھیوں سہیلیوں کے ساتھ گیت گاتی نظر آتی ہے۔ پنجاب کی عورت کا وہ روپ جس میں وہ اپنے میکے میں باپ اور بھائی جبکہ سسرال میں اپنے خاوند کے شانہ بشانہ نظر آتی ہے، نمایاں طور پر گیتوں کا حصہ ہے۔ پنجابی وسیب میں جتنے رشتے ناطے موجود ہیں اُن سب کا ذکر گیتوں میں کسی نہ کسی حوالے سے پایا جاتا ہے خاص طور بھابی دیور، بھابی جیٹھ، بہن بھائی، میکے، چاچا، تایا، پھوپھیاں، بیٹی باپ، ماں بیٹی، ساس سسر، سالہ سالی، بہنوئی نند، بہو وغیرہ اس طرح یہ گیت جیتی جاگتی زندگی کے اس حد تک عکاس بن جاتے ہیں کہ یہ مکمل طور پر اس خطے میں پائی جانے والی انسانی زندگی کی تاریخ بن جاتے ہیں۔

مثال دیکھیے:

ڈئیں ڈئیں وے بابلااوس گھرے
جتھے دیوراں جیٹھاں دی سَتھ(۱۱)

....

اوتھے ککراں نوں لگدے موتی
جتھوں میرا ویر لنگھدا(۱۲)

....

کلنجگ دی جمی بھر جائی، ویر میرا ست جگیا(۱۳)

یہی فرق ہے کہ یہ لوک گیت اپنے مزاج اور موضوعات کے اعتبار سے طبع زاد گیتوں سے یکسر مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں۔جذبات اور خیالات کی موجودگی کے باوجود بھی ان گیتوں کی حیثیت اور بیان کردہ زمینی حقائق میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا۔رشتوں ناطوں کا یہی ذکر مشترکہ خاندانی نظام کی بنیاد ہے کیونکہ ان رشتوں کو جنم دینے والا یہی نظام تھا اور یہی مشترکہ خاندانی نظام کی بنیاد ہے اور رشتوں میں اتحاد و اتفاق کا باعث بھی۔ہمارے ان لوک گیتوں میں جہاں باہمی اتحاد، اتفاق اور رنجشوں سے جنم لینے والی اجتماعی زندگی کی ایک مکمل تصویر سامنے آتی ہے وہیں پر اس قدیم معاشرے کو تاریخی پہلوؤں سے جانچنے اور پرکھنے کا بھی موقع ملتا ہے۔

اجتماعی شعور اور لاشعور کی مانند پنجابی لوک گیتوں میں اجتماعی عقائد کی صورت بھی نمایاں نظر آتی ہے۔مثلاً اسلامی عقائد کے حوالے سے حمدیہ اور نعتیہ اظہار جو دین کی بنیادی چیزیں ہیں، دیکھیے:

اللہ توں والی توں
داتا ای تے پالیس توں

....

اللہ ای اللہ کریا کرو
خالی دم نہ بھریا کرو
ہر دم اُس توں ڈریا کرو
پڑھو لا الہ الا اللہ
محمد پاک رسول اللہ(۱۴)

اسی طرح نعتیہ رنگ ملاحظہ ہو:

ساڈے نبیؐ ہیا جہان تے
ہور نہیں کوئی ہونا
کلمہ تاں پڑھلو نبیؐ دا
دھون اوسے نے دھونا (۱۵)

پنجابی لوک گیتوں میں پنجاب کا مشترکہ خاندانی نظام دو صورتوں میں نمودار ہوتا ہے۔ایک وہ جس میں رشتے ناطے ایک دوسرے کے لیے ناگزیر نظر آتے ہیں۔عزیزوں سے ملنے، اُن کی طلب، اُن کے لیے نیک خواہشات وتمناؤں کا اظہار نظر آتا ہے اُن کی خوشیوں، اُن کے دکھوں، غموں کو محسوس کیا جاتا ہے، نہ صرف محسوس کیا جاتا ہے بلکہ دکھ سکھ سے متعلق مختلف موقعوں کا اجتماعی طور پر اظہار کیا جاتا ہے۔یہ شراکت داری، احساس اور عمل ہر دو سطحوں پر دکھائی دیتے ہیں جبکہ دوسری صورت مشترکہ خاندانی نظام کی خرابیوں کی صورت میں سامنے آتی ہے جس میں ساس بہو کا جھگڑا، بھابی نند کا جھگڑا، دیور بھابی اور جیٹھ بھابی کی آنکھ مچولی، پھر جیٹھانی، دیورانی کے ساتھ کھینچا تانی وغیرہ وغیرہ اور انھی رشتوں کے تناظر میں میکے سے متعلق رشتے داروں کا ذکر وغیرہ۔

مشترکہ خاندانی نظام میں دیور بھابی کا رشتہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔دیور بھابی میں ہونے والی نوک جھونک کی وجہ سے یہ رشتہ اور تعلق پنجابی لوک گیتوں میں ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔جیسے بیاہی جانے والی ایک لڑکی کے اندر چھپی اس رشتے کی اہمیت اس طرح سے سامنے آتی ہے:

دئیں دئیں وے بابلا اوس گھرے، جتھے سس دے بہتر ے پت
اک منگاں اک ویاہواں میں تاں شادیاں ویکھاں گی نت (۱۶)

پنجابی کلچر کی مشترکہ خاندانی روایت کے پیش نظر ہی جب کوئی لڑکی بیاہ کر اپنے سسرال جاتی ہے تو اُس کے والدین اُسے خاندانی رشتوں کو جوڑ کر رکھنے کے حوالے سے یوں نصیحت کرتے دکھائی دیتے ہیں:

اپنے دیوراں جیٹھاں سکے ویر جانیے
نی جیون جوگیے اج ہوئی ایں پرائی (۱۷)

ایسے ہی مشترکہ خاندان کے اندر دیور بھابی اور جیٹھ کے رشتے میں جہاں بھرپور محبت اور احترام کا اظہار ملتا ہے وہاں چھوٹے بڑے جھگڑے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔جیسے:

رنگلا پلنگ سفید وچھونا، ڈاہ چھڈیں وچ ویہڑے بھابیے
ٹٹی منجھی تے وان پرانا، سٹ چھڈاں پچھواڑے وے دیورا

ہتھ میرے نی رڑی کھونڈی، جھاڑ سٹاں پاسے تیرے نی بھابیے
پیریں میرے وی چانی جوڑا ، ماراں سر تیرے وے دیورا
ہتھ میرے نی جستی چھا، چپ ماراں سر تیرے(۱۸)

دیور کے ساتھ ساتھ جیٹھ کے ساتھ ہونے والی نوک جھوک بھی پنجابی لوک گیتوں کا حصہ رہی ہے، مثال کے طور پر:

میرے جیٹھ دے پنکھے دن آئے
نکراں نوں پاوے چھیاں (۱۹)

ایسے ہی بیٹیوں کے دل میں اپنے میکے والوں کی عزت اور محبت کسی سے چھپی نہیں۔ وہ اس عزت کو برقرار رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں کہ اُس سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس سے ماں باپ اور بھائیوں کا سر شرم سے جھک جائے۔ مثال دیکھیں:

ڈورے کھچ کے نہ کجلا پایئے
ماپیاں دے پنڈ گوہے
یا......
لج ماپیاں دی پال وکھایئے
ماپیاں دے پنڈ گوہے (۲۰)

ماں باپ کی وفات کے بعد بھی وہ اپنے بھائیوں کی بدولت میکے کے ساتھ اپنا رشتہ قائم رکھنے کی خواہش اپنے دل میں رکھتی ہے۔ جیسے: اک رہا ویر ڈمیں، میرے ساری عمر دے پیکے (۲۱)

ماں باپ کے گھر جہاں بیٹیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہاں انھیں اس بنا پر خاصا لاڈ پیار بھی ملتا ہے کہ کل کو انھوں نے والدین کے گھر کو چھوڑ کر نئے گھر (سسرال) چلے جانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لوک گیتوں میں والدین کے ساتھ بیٹیوں کے جذباتی لگاؤ کو خاص طور پر کئی رنگوں اور پہلوؤں سے پیش کیا جاتا ہے، مثلاً:

چڑھ وے چناں تیرے منڈھ ککری
ماپے ہوندے نیں دھیاں دے فکری
چڑھ وے چناں تیرے گٹھ گٹھ لالی
ماپے ہوندے نیں دھیاں دے والی

چڑھ چناں تیرے مُنڈھ تے بوہکر
ماپے ہوندے نئیں دھیاں دے نوکر(۲۲)

مشترکہ خاندانی نظام میں نند بھرجائی اور ساس کا رشتہ بھی اپنی نوک جھوک اور ایک دوسرے کی حیثیت کو تسلیم نہ کرنے کی بنا پر پنجابی لوک گیتوں کا اہم حصہ بلکہ یوں کہیں کہ لازمی عنصر رہا ہے:

جے ٹُر چلیوں نوکری میں چلھے پانی آں اگ
سس نناں ڈاہڈیاں ، میں روٹی آں دھوئیں دے بج(۲۳)

(یا)

نی میں تیریاں گلاں دی ماری ، نندے سپ رنگیئے(۲۴)

اس نوک جھونک کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں اس رشتے میں محبت کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہے۔ جیسے:

ویر میرے نے ووہٹی آندی ، آندی منگل وار
سونے دیاں اکھیاں نی ، وچ کجلے دی دھار(۲۵)

زمانے کی کی شکست وریخت اور سائنسی ترقی کی بدولت جہاں زندگی کی باقی قدریں تیزی سے تبدیل ہوئیں، وہیں پنجاب کے اس قدیم سماجی ڈھانچے اور اُس کے خدوخال میں بھی نمایاں تبدیلیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ اب معاشرے کے اندر جہاں اجتماعیت کی جگہ انفرادیت نے لے لی ہے وہیں پر باہمی رشتوں ناطوں میں بھی اتار چڑھاؤ واضح طور پر دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اگے بھیناں نوں ویر لین جاندے، ہن جاندے نئیں نائی
محبتاں ٹُر گئے بھیناں نالوں بھائی (۲۶)

اسی طرح کے جذبات اور بدلتی سوچ کا اظہار اس لوک گیت میں دیکھنے کو ملتا ہے:

چھکاں پوردا نہ اجکل کوئی، ویر رہ گئے مطلب دے(۲۷)

وہ بیٹی جو اپنے والدین کی آن پر اپنی جان قربان کرتی دکھائی دیتی تھی اب یوں کہہ رہی ہے:

پیلی دے پاپے نیں
رشتہ دے نہیں دیندے میرے ظالم ماپے نیں (۲۸)

اور پھر وہ اپنے ماں باپ اور بھائیوں کی لاج کو اپنے محبوب کے آگے ہار دیتی ہے:

بکری موڑ آئی آں
تیرے پچھے ڈھولا وے، گھر ماپیاں دا چھوڑ آئی آں (۲۹)

تیز رفتار سائنسی ترقی نے جہاں ہر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے وہاں دنیا بھر کے معاشروں کے تہذیبی خد وخال کو بھی نمایاں تبدیل کیا ہے پوری دنیا ایک گلوبل ویلج کا حصہ بن چکی ہے جس کے اثرات معاشروں کے سماجی اور تہذیبی پہلوؤں پر بھی ہوئے ہیں۔ نت نئی تبدیلیوں نے فرد کی سوچ اور فکر میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کی ہے۔ یہی تبدیلی ہمیں پنجاب کی صدیوں پرانی تہذیبی روایات میں بھی دکھائی دے رہی ہے۔ اب ہمیں پنجاب کے دیہی اور شہری علاقوں کے باسیوں میں اجتماعی سوچ پر انفرادی سوچ فکر اور مفادات غالب دکھائی دیتے ہیں اور اسی تبدیلی کی بدولت دیہات میں اپنی خوبیوں اور خامیوں کے باوجود قدیم زمانے سے چلا آرہا پنچایت کا نظام بھی شکست وریخت کا شکار دیکھائی دیتا ہے۔ خاندانوں کے اندر بھی اجتماعیت نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ شاید وقت کے ساتھ ساتھ جنم لینے والے نت نئے مسائل اور نئے افکار افراد کی مجموعی سوچ اور رویوں میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ اسی حوالے سے جمیل جالبی اپنی کتاب ''پاکستانی کلچر'' میں رقمطراز ہیں:

> ''خیالات افکار کا وہ نظام جس طرح اسلاف نے قبول کیا تھا، وقت کے ساتھ ساتھ کمزور، نامکمل اور غیر واضح ہوتا جاتا ہے۔ اور جب یہ نظام بطور ورثہ آنے والی نسلوں کو ملتا ہے تو اس میں اس طور پر مسائل کو حل کرنے کی وہ صلاحیت باقی نہیں رہتی جتنی پہلے تھی تا وقتیکہ اسے از سر نو مرتب نہ کیا جائے۔''(۳۰)

پنجاب کے اندر قدیم زمانے سے چلے آرہے اس مشترکہ خاندانی نظام کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ چوں کہ پنجاب کی معیشت کا بڑا حصہ زرعی شعبے سے وابستہ تھا، جس کے زیادہ تر امور افرادی قوت کے ساتھ منسلک تھے اور یوں ایک خاندان کے مختلف افراد کا اپنی معاشی وسماجی ضروریات کے پیش نظر آپس میں جڑے رہنا ایک ضروری امر تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ سائنسی ترقی نے زندگی کے دیگر سماجی شعبوں کی طرح زراعت کے شعبے میں بھی انقلاب برپا کیا۔ وہ کام جو کئی افراد مل کر کیا کرتے تھے اب جدید زرعی مشینری کی بدولت اکیلا فرد ہی بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ مزید برآں زرعی شعبہ کی زبوں حالی اور زرعی زمینوں کی خاندانوں میں تقسیم در تقسیم کی بدولت خاندان کے افراد اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بکھرنا شروع ہو گئے۔ جس کے ساتھ پنجاب کے اس مشترکہ خاندانی نظام کو ایک بڑا دھچکا لگا۔ بلکہ یوں کہیں کہ وہ ختم ہو کے رہ گیا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) افضل پرویز۔ بن پھلواری، ادارہ ثقافتِ پاکستان اسلام آباد۔ دوم ۱۹۸۴ء ۔ ص ۱۳
(۲) ڈاکٹر مہر عبدالحق۔ سرائیکی لوک گیت ۔ پ ن ۔ س ن (مملوکہ ڈاکٹر اسلم رانا پنجابی لائبریری، شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی لاہور) ص ۱۰
(۳) ایضاً ص ۱۵
(۴) ڈاکٹر سرفراز حسین قاضی۔ پنجابی لوک گیتاں دا فنی تجزیہ۔ عزیز پبلشرز لاہور۔ ۱۹۹۸ء ص ۱۸۶
(۵) ایضاً ص ۱۹۴
(۶) مقصود ناصر چودھری۔ پنجاب دے لوک گیت ۔ تاج بکڈپو لاہور۔ ۱۹۵۵ء ۔ ص ۱۸۸
(۷) کنول مشتاق۔ بولیاں ۔ ادارہ سورج مکھی لاہور۔ ۱۹۸۷ء ص ۹۲
(۸) کلیم شہزاد۔ لوک رنگ ۔ عمیر پبلشرز لاہور۔ ۱۹۵۵ء ص ۱۸۸
(۹) سیف الرحمٰن ڈار۔ جتھے پپلاں دی ٹھنڈی چھاں ۔ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور۔ ۱۹۸۵ء، ص ۲۹۹
(۱۰) ہفتہ وار ''ساراں'' لاہور۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۵ء جلد ۱
(۱۱) ڈاکٹر نوید شہزاد۔ پنجابی لوک گیتاں دا موضوعاتی مطالعہ ۔ مقصود پبلشرز لاہور اول ۲۰۰۷ء ۔ ص ۳۰۹
(۱۲) ہفتہ وار ''ساراں'' لاہور۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۵ء جلد نمبر ۱ ۔ ص ن
(۱۳) مقصود ناصر چودھری۔ پنجاب دے لوک گیت ۔ تاج بکڈپو لاہور۔ ۱۹۵۵ء ۔ ص ۲۴۳
(۱۴) احسان اللہ طاہر۔ کنکاں نسر پئیاں ۔ فروغِ ادب اکادمی گوجرانوالہ ۔ اول ۱۹۹۷ء ۔ ص ۹
(۱۵) ایضاً ص ۱۸
(۱۶) مقصود ناصر چودھری۔ پنجاب دے لوک گیت ۔ ص ۱۹۸
(۱۷) سیف الرحمٰن ڈار۔ جتھے پپلاں دی ٹھنڈی چھاں ۔ ص ۲۵۵
(۱۸) مقصود ناصر چودھری۔ پنجاب دے لوک گیت ۔ ص ۱۰۶
(۱۹) سیف الرحمٰن ڈار۔ جتھے پپلاں دی ٹھنڈی چھاں ۔ ص ۳۱۹
(۲۰) کنول مشتاق۔ بولیاں ۔ ص ۶۴
(۲۱) ایضاً ص ۱۷۷
(۲۲) سیف الرحمٰن ڈار۔ جتھے پپلاں دی ٹھنڈی چھاں ۔ ص ۲۲۵

(۲۳) ایضاً،ص۱۲۲

(۲۴) ایضاً،ص۳۱۴

(۲۵) محمد ریاض شاہد۔نوتاں والے کھوہ تے۔سنگت پبلشرز فیصل آباد۔۱۹۹۲ء،ص۱۹

(۲۶) ایضاً،ص ۵۸

(۲۷) ہفتہ وار"ساراں" لاہور۔۲۹ستمبر ۱۹۷۵ء،جلد۱،ص ن

(۲۸) تنویر بخاری۔ماہیا فن تے بنتر۔پاکستان پنجابی ادبی بورڈ،لاہور۔۱۹۸۸ء،ص۱۴۳

(۲۹) ایضاً، ص۲۱۲

(۳۰) ڈاکٹر جمیل جالبی۔پاکستانی کلچر۔ایسٹ پبلشرز لمیٹڈ کراچی۔۱۹۷۳ء،ص۵۳

✿✿✿